السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

باب شمیم کتاب الجنائز

تشریحات

(از قلم حضرت مولانا مولوی عبد الرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری المتوفی 10 شوال 1353 ہجری صاحب تحفة الاحوزی وابکار المنن و تحقیق الکلام وکتاب الجنائز وغیرہ

جنائز کے احکام ومسائل اختصار کے وقت سے لے کر دفن تک اس کثرت سے ہیں۔ اور اس قابل ہیں کہ مستقل تصنیف میں جمع کیے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اس باب میں کتاب الجنائز کے نام سے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ ہمارے علم میں (واللہ تعالیٰ اعلم) محدثین میں سے اول اول جس نے اس باب میں مستقل کتاب لکھی وہ محدث عبد الوہاب ابن عطا الخفاف بصری نزیل بغداد ہیں۔ آپ بصرہ کے مشاہیر محدثین سے ہیں۔ فن حدیث میں خالد حزا۔ اور سلیمان تیمی۔ اور سعید بن ابی عروبہ وغیر ہم کے شاگرد اور امام احمد بن حنبل رحمة اللہ علیہ وغیرہ کے استاذ ہیں۔ اور ابو عمرو بن علاء سے جو قراء سبعہ میں سے ایک مشہور قاری ہیں۔ فن قراءت حاصل کیا ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابو داؤد ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے اپنے سنن میں آپ کی سند سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ محدث سعید بن ابی عروبہ کی صحبت میں ایک مدت تک تھے۔ 204 سنہ ہجری میں وفات پائی۔ حافظ ابن حجر رحمة اللہ علیہ نے اپنی کتاب الجنائز سے فتح الباری میں بعض حدیثیں نقل کی ہیں۔ محدث عبد الوہاب بن عطا کے بعد علامہ مزنی نے کتاب الجنائز کے نام سے ایک مستقل کتاب تالیف کی۔ عون المبود حاشیہ سنن ابی داؤد میں اس کتاب کی بعض روایتیں منقول ہیں۔ لیکن اصل کتاب سے نہیں۔ علامہ ممدوح امام طحاوی رحمة اللہ علیہ کے ماموں اور امام شافعی رحمة اللہ علیہ کے مشہور شاگرد ہیں۔ نام اسماعیل بن یحیٰ۔ کنیت ابو ابراہیم۔ وطن او مسکن مصر تھا۔ امام شافعی رحمة اللہ علیہ کی تایئد ونصرت میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ امام شافعی رحمة اللہ علیہ فرماتے تھے۔ المزنی ناصر مذہبی جب آپ مختصر تصنیف کر رہے تھے۔ تو جس مسئلہ کی تحقیق سے فارغ ہوتے۔ اور اس کو کتاب میں درج کرتے۔ تو دو رکعت شکرانہ نماز پڑھتے۔ نماز باجماعت کرنے کا اتنا التزام اور اہتمام رہتا تھا کہ جب کوئی نماز جماعت کے ساتھ نہیں ملتی۔ تو اس کو پچیس مرتبہ پڑھتے تاکہ جماعت کا ثواب حاصل ہو۔ امام شافعی رحمة اللہ علیہ کی تجہیز وتکفین میں شریک تھے۔ اور آپ ہی نے ان کو غسل دیا تھا۔ 264 ہجری میں وفات پائی۔ اور قرافہ صغریٰ میں امام شافعی رحمة اللہ علیہ کی قبر کے قریب دفن ہوئے۔ علامہ مزنی کے بعد محدث ابو بکر مروزی نے کتاب الجنائز کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی حافظ ابن حجر رحمة اللہ علیہ نے آپ کی اس کتاب سے تلخیص الجبیر میں بعض حدیثیں نقل کی ہیں۔ نام احمد بن علی ہے اور وطن ''مرو'' ہے۔ جو ملک خراسان کا ایک مشہور شہر ہے۔ فن حدیث میں امام احمد بن حنبل رحمة اللہ علیہ اور یحیٰ بن معین رحمة اللہ علیہ وغیرہما کے شاگرد امام نسائی رحمة اللہ علیہ اور ابو عوانہ اور طبرانی رحمة اللہ علیہ وغیر ہم کے استاذ ہیں۔ حافظ ذہبی تزکرة الحفاظ میں لکھتے ہیں۔

کان من اوعیة العلم وثقات المحدثین لہ تصانیف مفیدة ومسانید

یعنی ابو بکر مروزی بہت بڑے عالم اور ثقات محدثین سے تھے۔ اور مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ امام نسائی رحمة اللہ علیہ نے اپنے سنن میں آپ کی سند سے کثرت سے روایت کی ہیں۔ شہر حمص کے عہدہ قضا پر مامور تھے۔ پھر دمشق کے قاضی مقرر ہوئے اور دمشق ہی میں 292 ہجری میں وفات کی۔

محدث ابو بکر کے بعد محدث ابن شاہین نے کتاب الجنائز کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی آپ کی اس کتاب کی نسبت حافظ زیلعی نصب الرایہ میں لکھتے ہیں۔ مجلد وسط یعنی اوسط درجہ کے حجم کی کتاب ہے۔ یہ بہت بڑی نہ بہت چھوٹی ابن شاہین عراق کے ایک مشہور محدث ہیں۔ نام عمر بن احمد کنیت ابو حفص ہے۔ دمشق شام فارس اور بصرہ میں بڑے بڑے آئمہ حدیث سے حدیث پڑھی ہے۔ ابن الفوارس کا بیان ہے کہ جس قدر کتابیں ابن شاہین نے تصنیف کی ہیں۔ کسی محدث نے تصنیف نہیں کیں۔ محمد بن عمر داؤدی نے ابن شاہین سے سنا وہ کہتے تھے۔ کہ اس وقت تک جس قدر روشنائی میں نے خریدی ہے۔ اس کا حساب کیا تو وہ سات سو درہم کی ہوئی ہے۔ آپ کے سامنے جب مذہب کا تذکرہ ہوتا۔ تو آپ فرماتے انا محمدی المذہب۔ یعنی میرا مذہب محمدی ﷺ ہے۔ آپ کا سن ولادت 308 ہجری ہے۔ اور سن وفات 385 ہجری۔ حافظ زیلعی رحمة اللہ علیہ نے نصب الرایہ میں ابن شاہین کی کتاب الجنائز سے متعدد حدیثیں نقل کی ہیں۔ (کتاب الجنائز ص 2 تا 4)

دیگر

جب کوئی تخص مرنے کے قریب ہو تو سنت ہے کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف کردیں ۔ اگر کسی وجہ سے اس کی طرف نہ لٹا سکیں ۔ توچت لٹائیں کہ اس کے پیر قبلہ کی طرف ہوں ۔ اور سر نیچے تکیہ یا کوئی اور چیز رکھ کر اونچا کردیں ۔ کہ منہ قبلہ کی طرف متوجہ ہوجائے اس طرح لٹانے میں سنت بھی ادا ہوجائے گی ۔ اگر قبلہ کی طرف متوجہ کرنے میں مریض کو تکلیف ہو تو جس حالت پر ہو اسی حالت پر اس کو چھوڑ دیں ۔

اسی کو کلمہ لاالہ الااللہ کی تلقین کریں ۔ یعنی اس کے پاس بیٹھ کر یہ کلمہ باآواز بلند کہیں کہ وہ سنے اور یہ کلمہ اس کو یاد آجائے ۔ اور اس کو کہے مگر ٹھر ٹھر کر اطمینان کے ساتھ کہیں لگاتار دیر تک نہ کہتے رہیں ۔ اور نہ چلا کر شور و غل کے ساتھ کہیں کیونکہ مریض پر جانکنی کا وقت بہت نازک ہوتا ہے ۔ ایسا نہ ہو کہ آزردہ خاطر ہو کر کہیں زبان سے کوئی نا ملائم بات نکالے ۔ یا اس کے دل کو اس سے نفرت ہو ۔

مریض جب کہ ایک بار لاالہ الااللہ کہے تو پھر تلقین کی ضرورت نہیں ۔ ہاں اس کلمے کے بعد کوئی دوسری بات بولے تو پھر تلقین کرنی چاہیے ۔ کہ وہ اس کلمہ کو پھر کہے اور اس کا آخری کلمہ لاالہ الااللہ ہو ۔

ابو داؤد میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان اخر کلامہ لاالہ الااللہ دخل الجنۃ

یعنی ''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس شخص کا آخری کلام لاالہ الااللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا'' اور مسلم میں ابوزر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس بندے نے لاالہ الااللہ کہا پھر اسی پر مرگیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا ۔ جامع ترمذی میں ہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جب قریب المرگ ہوئے تو ایک شخص ان کو کلمہ لاالہ الااللہ کی تلقین کرنے لگا اور اس کلمہ کو بار بار کہنے لگا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں اس کلمے کو ایک بار کہہ لو تو میں اسی پر ہوں جب تک کہ میں کوئی اور بات نہ بولوں ۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہ مراد وہ حدیث ہے ۔ جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے ۔ کہ جس شخص کا آخری کلام لاالہ الااللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا ۔

یہاں مجھے ابوزرعہ محدث کا قصہ یاد آگیا ۔ حافظ ابن حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب ابوزرعہ قریب المرگ ہوئے تو لوگوں نے ان کو کلمہ لاالہ الااللہ کی تلقین کرنی چاہی اور باہم حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا تزکرہ کرنے لگے ۔ جو ابھی اوپر مذکور ہو چکی ہے ۔ پس ابوزرعہ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو مع الاسناد پڑھنا اور سنانا شروع کیا ۔ جب لاالہ الااللہ پر پہنچے اور اس کلمہ کو زبان سے کہہ چکے بس اسی وقت ان کی روح قبض ہوگئی سبحان اللہ کیسی اچھی موت ہوئی ۔ اور کیسا اچھا خاتمہ ہوا ۔

اللھم ارزقنا حسن لخاتمۃ واجعل اخر کلامنا لاالہ الااللہ امین

جانکنی کے وقت مریض کے پاس سورہ یٰسین پڑھنے کا بھی حکم ہے ۔

جب روح قبض ہوجائے تو آنکھیں بند ہوجائیں ۔ اور ہاتھ پیر سیدھے کردیئے جایئں ۔ اور تمام بدن کپڑے سے ڈھانک دیا جائے اور میت کے لئے اور اپنے لیے استغفار کریں ۔ اور کوئی بُرا کلمہ زبان سے نہ نکالیں کیونکہ اس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں ۔ حضرت امہ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر داخل ہوئے ۔ اور ان کی آنکھیں کھلی تھیں تو ان کو بند کردیا ۔ پس ان کے گھر کے بعض لوگ رونے چلانے لگے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی جانوں کے واسطے بجز نیک دعا کے بددعا نہ کرو ۔ اس واسطے کہ تم لوگ کہتے ہو فرشتے آمین کہتے ہیں ۔ پھر آپ ﷺ نے ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یوں دعا کی ۔

اللھم اغفر لابی سلمۃ وارفع درجتہ فی امھدیین واخلفہ فی عقبۃ فی الغابرین واغفر لنا ولہ یارب العلمین وافسح لہ فی قبرہ ونور لہ فیہ

یعنی ''اے اللہ تو ابو سلمہر ضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخش دے ۔ اور ہدایت والوں میں سے تو اس کا درجہ بلند کر اور اس کے پسماندوں میں اس کا خلیفہ بن یعنی ان کا محافظ و نگہبان رہ ار ہم لوگوں کی اور اس کی مغفرت کر یارب العالمین اور اس کے واسطے اس کی قبر میں کشادگی کر اور اس کے واسطے اس کی قبر میں روشنی کر'' روایت کیا اس کو بخاری مسلم نے پس روح قبض ہوجانے کے بعد اہل میت کو یہ دعا پڑھنی چاہیے ۔ اور بجائے ابی سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے میت کا نام لینا چاہیے ۔ مثلاً میت کا نام عبداللہ ہے ۔ تو یوں کہنا چاہیے ۔ اللھم اغفر لعبداللہ وارفع درجتہ موت کے صدمے کے وقت صبر کرنا چاہیے ۔ اور یہ دعا پڑھنی چاہیے ۔

انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیر امنھا

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے ۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر بدلہ دیتا ہے ۔ روایت کیا اس کو مسلم نے حضرت امہ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جب (میرے شوہر اول) ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر کون مسلمان ہوگا ۔ یہ اس خاندان کے پہلے شخص تھے جس نے رسول اللہ ﷺ کیطرف پہلی ہجرت کی تھی ۔ پھر میں نے اس دعا کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں اس سے بہتر شخص (یعنی رسول اللہ ﷺ) مجھ کو عطا فرمایا ۔ روایت کیا اس کو مسلم نے جو لوگ مصیبت کے وقت صبر کرتے ہیں ۔ اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں ۔ انکے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ۔

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ١٥٥ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ١٥٦ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ

یعنی خوشخبری دے دے ان صبر کرنے والوں کو جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے بخششیں اور رحمت ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو راہ پائے ہوئے ہیں ۔''

میت پر نوحہ کرنا اور زور سے رونا بڑا گناہ ہے ۔ آہستہ آہستہ رونا اور آنسو بہانا منع نہیں ۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میت والوں کے نوحہ کرنے اور زور زور سے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب کیا جاتا ہے ۔ اور بخاری مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں اس شخص سے بیزار ہوں ۔ جو مصیبت کے وقت سر منڈائے اور چلا کر روئے اور کپڑوں کو پھاڑے ۔ "اور بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہم میں سے وہ نہیں جو اپنے گالوں کو پیٹے اور گریبانوں کو پھاڑے اور جاہلیت کی پکار پکارے "یعنی رونے کے وقت زبان سے ایسی باتیں نکالے جو جاہلیت کے زمانے میں کافر لوگ کہا کرتے تھے ۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو موت کے وقت صبر و تحمیل کی توفیق بخشے ۔ اور بے صبری کے تمام کاموں سے بچائے ۔

فائدہ

تلقین کی حدیث سے ظاہر یہی ہوتا ہے۔ کہ تلقین کے وقت فقط لا الہ الا اللہ کہنا چاہیے۔ مگر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے۔ کہ اس حدیث میں لا الہ الا اللہ سے مراد شہادت کے دونوں کلمے ہیں۔ یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دونوں کلموں کی تلقین کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ۔

مرنے کے وقت ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن یعنی نیک گمان رکھنا چاہیے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور اس کے کرم وعام پر نظر کرکے یہ امید اور گمان رکھنا چاہیے کہ وہ میرے گناہوں کو بخشے گا۔ اور مجھ کو جنت میں داخل کرے گا۔ اور اپنے گناہوں پر نظر کرکے اللہ تعالیٰ پر ہر گز بدگمان نہیں رکھنا چاہیے۔ یعنی ہر گز یہ گمان نہیں رکھنا چاہیے کہ وہ میری مغفرت نہیں کرے گا۔ بخاری اور مسلم کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا عند ظن عبدي بي ''یعنی میں اپنے بندے کے گمان کے بالکل نذدیک ہوں گا اور اس کے اسی گمان نیک یا بد کے مطابق اس کے ساتھ معامل کروں گا۔ اور مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا! رسول اللہ ﷺ نے تم لوگوں میں سے ہر ایک شخص کو بس اسی حالت میں مرنا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے۔ ''ہاں پانے گناہوں سے نڈر بھی نہیں ہونا چاہیے۔ جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت رسول اللہ ایک جوان شخص کے پاس تشریف لے گئے۔ اور وہ جان کنی کی حالت میں تھا۔ پس ﷺ نے فرمایا تو اپنے آپ کو کیسا پاتا ہے؟ اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں جس بندے کے دل میں یہ دونوں باتیں جمع ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز دیتا ہے۔ جس کی وہ امید رکھتا ہے۔ اور بے خوف کرتا ہے۔ اس چیز سے جس سے وہ ڈرتا ہے۔

فائدہ۔

موت کی سختی اور سکرات کی شدت کو مکروہ سمجھنا اور ناپسند کرنا نہیں چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی موت کی سختی ہوئی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ٹیک دیے ہوئے انتقال فرمایا۔ پس میں آپ کے بعد کسی شخص کے واسطے موت کی سختی کو ناپسند نہیں کرتی۔ (بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی موت کی سختی دیکھنے کے بعد کسی شخص کی موت کی آسانی پر میں رشک نہیں کرتی۔ (جامع ترمذی)

فائدہ۔

ناگہانی موت کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھی نہیں۔ ابوداؤد میں عبید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے ناگہانی غضب کی پکڑ ہے۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ناگہانی موت اچھی ہے۔ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مصنف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے۔ کہ ناگہانی موت مومن کے واسطے راحت ہے۔ اور فاجر کے واسطے غضب ہے۔ علمائے حدیث نے ان حدیثوں میں اس طرح جمع وتوفیق بیان کی ہے۔ کہ جو شخص موت سے غافل نہ ہو۔ اور مرنے کے لئے ہر وقت تیار و مستعد و آمادہ رہتا ہو اس کے لئے ناگہانی موت اچھی ہے۔ اور جو شخص ایسا نہ ہو کہ اس کے لئے موت اچھی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ۔

جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو موت بہت اچھی ہے۔ جامع ترمذی ص 180 میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص جمعے کے دن یا جمعہ کی رات کو مرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنے سے بچائے گا۔ ''یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید متعدد حدیثوں سے ہوتی ہے۔ الحمد للہ میرے والد مرحوم نے جمعہ ہی کے دن بعد نماز جمعہ اس درار ناپائیدار سے دارالبقاء کو رحلت فرمائی ہے۔ اور وہ جمعہ بھی رمضان المبارک کے اخیر عشرے کا جمعہ تھا۔ غفر اللہ ورضی عنہ۔ دوشنبہ کے دن بھی موت اچھی ہے رسول اللہ نے دوشنبہ کے ہی دن انتقال فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرض الموت میں دوشنبہ کے دن اپنے مرنے کی تمنا ظاہر کی تھی۔ مگر ان کا انتقال منگل کی رات کو ہوا۔

فائدہ۔

قبر میں ہر ایک شخص سے سوال ہوگا مگر چند لوگ ایسے ہیں جن سے سوال نہیں ہوگا۔ از انجملہ ایک شہید فی سبیل اللہ ہے اور ایک مرابط یعنی وہ شخص جو سرحد اسلام کی حفاظت کرے۔ اور ایک وہ شخص جس کی موت جمعے کے دن یا جمعہ کی رات ہوئی ہو جیسا کہ اور ترمذی کی حدیث سے معلوم ہوا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بزل الماعون میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص طاعون میں بمتلا ہو کر مرے۔ اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ نظر شہید فی المعرکہ ہے۔ اور اسی طرح جو شخص طاعون میں صابراً محتسباً ٹھرا رہے۔ اور طاعونی مقام سے نہ بھاگے اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ اگرچہ وہ طاعون میں بمتلا ہو کر نہ مرا ہو کیونکہ وہ نظیر مرابط ہے۔

فائدہ۔

بعض موتیں شہادت کی موتیں ہوتی ہیں۔ ان موتوں سے مرنے والوں کو رسول اللہ ﷺ نے شہید فرمایا ہے۔ موطا امام مالک اور ابوداؤد میں اور نسائی میں جابر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے کے علاوہ یعنی جہاد میں شہید ہونے کے علاوہ شہادت کی سات قسمیں ہیں۔ جو طاعون سے مرا دوہ شہید ہے۔ اور جو ڈوب کر مرا وہ شہید ہے۔ اور جو ذات الجنب سے مرا وہ شہید ہے۔ جو پیٹ کی بیماری سے مرا وہ شہید ہے۔ اور جو آگ میں جل کر مرا وہ شہید ہے۔ اور جو دیوار یا کسی اور چیز کے نیچے دب کر مرا وہ شہید ہے۔ اور جو عورت ولادت کے وقت مری وہ شہید ہے۔ 'اور ابن ماجہ اور دار قطنی کے روایت میں ہے۔ کہ مسافر کی موت شہادت سے اسی طرح پر اور بھی چند موتوں کا شہادت ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن ان موتوں سے مرنے والے حکمی شہید ہیں۔ اصل شہید اور ان حکمی شہیدوں کے درمیان احکام وجنائز کے

متعلق کئی باتوں کا فرق ہے۔ ازا نجملہ ایک یہ کہ اصلی شہید بغیر غسل کے دفن کئے جاتے ہیں۔ اورازا نجملہ ایک یہ کہ اصلی شہید پر جنازہ کی نماز پڑھنے کے بارے میں حدیثیں مختلف آئی ہیں۔ اسی وجہ سے اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پڑھنی چاہیے۔ ار بعض کہتے ہیں کہ نہیں پر ھنی چاہیے۔ اوران حکمی شہیدوں پر جنازے کی نماز بالاتفاق پڑھنی ضروری ہے۔

فائدہ۔

اگر کوئی شخص کسی قریب المرگ سے کہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یا فلاں شخص سے میرا اسلام کہہ دینا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ بعض صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین نے ایسا کیا ہے۔

فائدہ۔

کسی مصیبت اور تکلیف پہنچنے کی وجہ سے موت کی آرزو نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تم لوگوں میں سے کوئی شخص کسی مصیبت پہنچنے کی وجہ سے ہر گز موت کی آرزو نہ کرے۔ اگر اس کو آرزو کرنا ہی ہے تو یوں کہے۔

(اللھم احینی ما کانت الحیوۃ خیر الی و توفنی اذ کانت الوفاۃ خیر الی (متفق علیہ

''یعنی اے اللہ! مجھ کو زندہ رکھ جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہو اور مجھ کو وفات دے جب میرے لئے وفات بہتر ہو۔''

جب روح قبض ہو جائے تو فورا تجہیز و تکفین کا سامان کرنا چاہیے۔ حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن رجوح سے روایت ہے۔ کہ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن براء مریض ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا تو بس یہی گمان ہے۔ کہ طلحہ کی موت آ پہنچی تو ان کے مرنے کے بعد مجھے خبر دینا اور تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا اس واسطے کے مسلمان کی لاش کو اس کے لوگوں میں روکنا مناسب و سزاوار نہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

اگر کوئی رات کو مرے اور رات ہی کو تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ ہو سکے تو رات ہی دفن کر دیں۔ دن کا انتظار نہ کریں۔ رات کو مردے کو دفن کرنا صحیح سے ثابت ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات ہی کو دفن کیے گئے'' ہیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رات ہی کو دفن کی گئیں۔ اور اگر رات کے وقت تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ نہ ہو سکے۔ تو البتہ دن کا انتظار کرنا چاہیے۔ اور جمعہ کے دن اگر نماز جمعہ کے قبل تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ سے فراغت ہو سکے تو قبل ہی فارغ ہو جانا چاہیے۔ اور نماز جنازہ میں زیاہ لوگوں کے شریک ہونے کے خیال سے نماز جمعہ کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ قرابت مند اور دوست احباب کو تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں شریک ہونے کے لئے موت کی خبر دینا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو اور صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین نے باہم ایک دوسرے کو موت کی خبر دی ہے۔ اور حدیث میں جو نعی کی ممانعت آئی ہے۔ سو نعی سے مطلق موت کی خبر دینا مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس طرح پر موت کی خبر دینا مراد ہے جس طرح پر زمانہ جاہلیت میں دستور تھا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ جاہلیت کا دستور تھا کہ جب کوئی مرتا تو کسی کے محلوں کے دروازوں پر اور بازاروں میں بھیجتے وہ گشت کر کے باآواز بلند اس کے مرنے کی خبر کرتا۔ ''اور نہای جزری وغیرہ میں لکھا ہے۔ کہ جب کوئی شریف آدمی مرتا یا قتل کیا جاتا تو قبیلوں میں ایک سوار کو بھیجتے جو چلا کر اس کی موت کی خبر کرتا۔ کہ فلاں شخص مر گیا۔ یا فلاں شخص کے مرنے سے عرب ہلاک ہو گیا۔ پس موت کی خبر جاہلیت کے اس طریقے پر دینا ممنوع اور نا جائز ہے۔ اور مجرد موت کی خبر دینا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو اور صحابہ نے باہم ایک دوسرے کو دی ہے منع نہیں۔ کوئی شخص مر گیا اور اس نے اپنی بیوی کا دین مہر ادا نہیں کیا۔ اور کچھ مال بھی نہیں چھوڑا تو اس صورت میں اس کی بیوی اگر اپنا دین مہر اگر خوشی سے معاف کر دے تو بڑے ثواب کی بات ہے۔ اور اپنے شوہر متوفی پر بہت بڑا احسان کرنا ہے۔ اور اگر مال چھوڑ گیا ہے تو اس صورت میں اس کی بیوی سے خوامخواہ دین معاف کرانا جائز نہیں۔ بلکہ اس صورت میں ورثاء کو لازم ہے کہ اس کی بیوی کا دین مہر اور دوسرے قرض خواہوں کا قرض فورا ادا کر دیں۔ جامع ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نفس المومن معلقۃ بدینہ حتی یقضی عنہ یعنی مومن کی روح اس کے قرض کے ساتھ معلق رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا قرض اس کی طرف سے ادا کیا جائے۔ ''مومن قرضدار کی روح جنت میں داخل نہیں ہوتی جب تک اس کی طرف سے اس کا قرض ادا نہ کیا جائے۔ مسند احمد میں محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم سے اس ذات پاک کی کہ جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے پھر زندہ ہو پھر اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے۔ اور اس پر قرض ہو تو وہ جنت میں نہیں داخل ہو گا۔ یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔ نیز مسند احمد میں سعد بن اطول سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ میرا بھائی مر گیا۔ اور تین سو اشرفیاں چھوڑ گیا۔ اور چھوٹے بچوں کو چھوڑا تو میں نے ارادہ کیا۔ کہ ان اشرفیوں کو ان بچوں پر خرچ کروں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا بھائی اپنے قرض کے ساتھ مقید ہے۔ سو تو اس کا قرض ادا کر سعد بن اطول کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کا کل قرض ادا کر دیا۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قرضدار مرے اور مال چھوڑ جائے تو اس کے وارثوں کو لازم ہے کہ اس کا قرض فورا ادا کر دیں۔ اور اگر اس نے مال نہیں چھوڑا ہے تو اگر قرض خواہ قرض کو معاف کر دیں۔ یا وارث لوگ یا اور کوئی اور صاحب اس کا قرض اپنی طرف سے ادا کر دیں تو خود بھی بہت بڑے ثواب کے مستحق ہوں گے۔ اور میت قرضدار کو بھی قرض کی قید سے رہائی ہو جائے۔

مسلم میں ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے!

من انظر معسرا او وضع عنہ اظلہ اللہ فی ظلہ ''یعنی جس شخص نے کسی محتاج قرضدار کو مہلت دی یا اس کا قرضہ معاف کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ اور ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مصیبتوں سے اس کو نجات دے گا۔ رسول اللہ ﷺ پہلے ایسے شخص کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ جو قرضدار مرتا اور مال نہ چھوڑ جاتا۔ جس سے اس کا قرض ادا نہ کیا جاتا۔ بلکہ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو فرماتے کہ تم لوگ اس کے جنازے کی نماز پڑھ لو۔ پھر جب فتوحات ہوئیں اور غنیمت کے مال آئے تو رسول اللہ ﷺ ایسی قرض دار میت کا قرض خود اپنی طرف سے ادا فرماتے۔ اور اس کے جنازے کی نماز پڑھتے۔ (کتاب الجنائز از ص 8 تا 31)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ امرتسری

جلد 2 ص 19

محدث فتویٰ